فرار الی اللہ کے ساتھ قناعت اور صبر کا تعلق

اشتعال کے وقت صبر کی بہت ضرورت ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰ر دسمبر ۱۹۸۸ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

گزشتہ جمعہ پہ قناعت کا مضمون بیان کرتے ہوئے میں نے یہ گزارش کی تھی کہ قناعت کا فقدان انسان کو شرک کی طرف لے جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو شخص قانع نہیں وہ مشرک ہو جاتا ہے بلکہ قناعت کے فقدان کے نتیجے میں شرک میں مبتلا ہونے کے خطرے پیدا ہو جاتے ہیں اور **قناعت اور شرک کے درمیان اللہ تعالیٰ نے صبر کی حفاظتی دیوار قائم فرمائی ہے۔** اس لئے صبر کو دوسری تمام صفات میں ایک غیر معمولی مقام حاصل ہے اور قرآن کریم نے صبر پر بے انتہا زور دیا ہے۔ ان کا آپس میں کیا تعلق ہے اس سلسلے میں میں اس مضمون کو کچھ مزید واضح کرنا چاہتا ہوں۔

قناعت کی مثال تو اس خیالی جن کی طرح ہے جو حضرت سلیمان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بوتل میں بند کر دیا تھا۔ اگر انسانی نفس بوتل میں بند کر دیا جائے اور اسے کھل کھیلنے کی اجازت نہ دی جائے ،اسے اپنی مرضی سے جس طرف چاہے اس طرف سر اٹھا کر نکل بھاگنے کی اجازت نہ دی جائے تو گویا وہ حضرت سلیمانؑ کا جن بوتل میں بند ہو گیا ہے اور اس کا نام قناعت ہے۔ جب یہ جن ایک دفعہ بوتل سے آزاد ہو جاتا ہے تو انسانی نفس کو ہر سمت میں کھل کھیلنے کا موقع ملتا ہے اور بہت سی شاخیں پھوٹتی ہیں اور پھوٹتی چلی جاتی ہیں اور نفس کی طلب کی کوئی حد نہیں رہتی۔ انسانی فطرت

کے اندر خدا تعالیٰ نے تمناؤں کا ایک لامتناہی سلسلہ پیدا کر دیا ہے یعنی اس کے بیج رکھ دیئے ہیں اور تمناؤں کی کوئی حد نہیں ہے اور کوئی ایسی سمت نہیں ہے جس سمت سے تعلق رکھنے والی کوئی انسانی تمنا موجود نہ ہو یا پیدا نہ ہوسکتی ہو۔ تو اس پہلو سے چونکہ انسانی نفس قناعت کی بوتل سے باہر نکل کر آزاد ہو جاتا ہے اس کو روکنے کے لئے چاروں طرف صبر کی دیواریں قائم کرنی پڑتی ہیں اور اگر صبر نہ ہو تو پھر اس کے بعد سوائے شرک کے کچھ بھی نہیں رہتا۔ یعنی لازماً انسان کی ہر تمنا انسان کو اگر کلیۃً آزاد ہو جائے اور صبر نے اس کو روکا نہ ہوا ہو تو وہ شرک کی طرف لے جائے گی۔

بوتل کا جن کہتے ہیں جب آزاد بھی ہو جائے تو بعض وظائف سے بعض لوگ اس کو قابو کر لیا کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک زمانہ ایسا تھا جبکہ مسلمان علماء میں بکثرت اس بات کا چرچا ہوا کرتا تھا کہ کوئی ایسا وظیفہ معلوم ہو کہ کون سا وہ وظیفہ ہے جس سے ہم بوتل کا جن قابو کر لیں اور جنوں کے قابو کرنے کا مضمون پھر بڑھتے بڑھتے ایک آزاد نفس کی طرح خود اپنی ذات میں شاخیں نکالنے لگا۔ شروع تو اس سے ہوا تھا کہ حضرت سلیمانؑ کا جن جب آزاد ہوا تو اس کو قابو کرنے کے لئے کچھ وظیفے ہیں ان وظیفوں کی تلاش کی جائے اور اس کے بعد پھر ایک جن نہیں رہا ہزار سمتوں میں ہزار جن پیدا ہو گئے۔ ہر انسانی خواہش سے تعلق رکھنے والا ایک جن بن گیا اور مختلف وظائف ایجاد ہونے شروع ہوئے کہ ہم ان جنوں کو قابو کریں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن کو قابو کرنے کا ایک ہی وظیفہ بیان فرمایا ہے وہ صبر ہے۔ اگر انسان کو صبر کا سلیقہ آ جائے اور صبر کا مضمون سمجھ آ جائے تو پھر انسانی نفس کے آزاد شدہ ہر قسم کے جن انسان کے قابو آ سکتے ہیں۔ اس مضمون کو مزید کھولتے ہوئے میں آپ کے سامنے صبر کے چند پہلو رکھنا چاہتا ہوں۔ حرص و ہویٰ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے جب وہ آزاد ہو تو جہاں بھی آپ نے اس کو کھلی آزادی دی وہاں لازماً آپ کو خدا سے دور اور شیطان کے قبضہ میں لے جائے گی۔ کوئی آرزو ہو، کوئی تمنا ہو جس حد تک بھی آپ اس پر غور کریں گے جب تک آپ اس کو سنبھالنے کی استطاعت نہیں رکھتے اس وقت تک وہ تمنا لازماً آپ کو کسی ایسے گناہ میں ملوث کرے گی جو غیر اللہ کے سامنے جھکنے پر آپ کو مجبور کر رہا ہوگا۔ وہ آرزو جو خدا کے بنائے ہوئے قوانین اور اس کی ہدایت کے تابع پوری نہیں ہوسکتی وہ آرزو جب خدا کے بنائے ہوئے قوانین اور اس کی ہدایات سے باہر جا کر پوری کی جاتی

ہے اسی کا نام شرک ہے اور خدا کے قوانین اور ہدایت کے تابع رکھنے کے لئے صبر کی ضرورت ہوتی ہے یعنی آرزوؤں کو خدا کے قوانین اور ہدایات کے تابع رکھنے کے لئے صبر کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ وہ لوگ جو صبر کرنا جانتے ہیں اگر چہ ایک تکلیف کی حالت ہے لیکن صبر کے نتیجے میں رفتہ رفتہ ان کی تکلیف دور ہونے لگتی ہے اور وہ آرزوئیں جو سر اٹھاتی ہیں اور باغیانہ حالت اختیار کر جاتی ہیں اگر انسان صبر کرے اور للہ صبر کرے تو ان کی باغیانہ حالت میں کمی آنی شروع ہو جاتی ہے، ان کی شورش اور شوخی میں کمی آنی شروع ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ انسان کو اسی حالت پر ایک چین مل جاتا ہے۔ ایک قسم کا سکون نصیب ہو جاتا ہے۔

پس صبر کے نتیجے میں ایک انسانی آرزوؤں کی سمت دوسرا رخ اختیار کرتی ہے واپسی شروع کر دیتی ہے اور صبر کا کمال انسان کو پھر قناعت تک پہنچا دیتا ہے۔ یہ وہ مضمون ہے جو انسانی زندگی کی ہر دلچسپی سے تعلق رکھتا ہے۔ انسان جس چیز کو بھی کہتے ہیں، جن خواہشات یا تمناؤں یا احساسات کا انسان مجموعہ ہے ان خواہشات، ان تمناؤں، ان احساسات کے ہر پہلو سے یہ مضمون تعلق رکھتا ہے۔

پس صبر کی بے انتہا ضرورت ہے اور اس دنیا میں رہتے ہوئے جہاں مادہ پرستی نے ہر طرف قیامت مچائی ہوئی ہے جماعت احمدیہ کے لئے صبر کو اختیار کرنا بہت ہی بنیادی ضرورت کی حامل چیز ہے۔ اس کے بغیر ہم نہ اپنے نفسوں کو فتح کر سکتے ہیں، نہ دنیا کو خدا کے لئے فتح کر سکتے ہیں لیکن جیسا کہ میں نے ابھی گزارش کی تھی صبر کے ساتھ للہ کا لفظ جوڑنا ضروری ہے۔ ایک صبر ہوا کرتا ہے بغیر خدا کے اور ایک صبر ہوا کرتا ہے خدا کے ساتھ اور خدا کی خاطر، ان دونوں صبروں میں فرق ہے۔ بعض جانور بھی صبر کرنا جانتے ہیں لیکن وہ کوئی روحانی صفت نہیں۔ چنانچہ بعض ایسے جانور ہیں جو ہائبرنیٹ (Hibernate) ہو جاتے ہیں۔ یعنی سردیوں میں جب ان کو کوئی غذا میسر نہیں آتی تو وہ صبر کی اتنی غیر معمولی طاقت رکھتے ہیں کہ اپنے جسم کے اندرونی نظام کو ایک غیر شعوری پر یہ حکم دے دیتے ہیں یا کچھ شعوری طور پر پہلے دیتے ہوں گے پھر رفتہ رفتہ خدا تعالیٰ نے ان کی استطاعت کو بڑھا دیا مگر بہر حال آخر پر پہنچ کر یہ غیر شعوری صورت بن جاتی ہے یعنی ان کا نفس خود ان کی اپنی ذات پر، اپنی خواہشات پر، اپنے خون کی گردش پر اپنے دل کی دھڑکن پر پابندیاں لگا دیتا ہے کہ ٹھیک ہے تم بھی زندہ ہو لیکن حالات ایسے ہیں کہ تمہارے زندہ رہنے کی تمام صلاحیتیں اس وقت

کارگر نہیں ہوسکتیں۔اس لئے خود اپنی خاطر اپنے اوپر صبر کے پہرے بٹھاؤ اور ہر خواہش کو کم کر دو، ہر زندگی کی علامت کو کم کر دو۔ چنانچہ اس کا نام سائنسی اصطلاح میں ہائبرنیشن ہے۔ریچھ ہائبرنیٹ کرتے ہیں اور بہت سے جانور ہیں جو ہائبرنیٹ کرتے ہیں اور شدید سردی کے موسم میں جب کے 60- تک بعض علاقوں میں درجہ حرارت گر جاتا ہے اور کچھ کھانے کو بھی نہیں مل رہا ہوتا۔ برفوں کے اندر دبے ہوئے ریچھ اپنے اوپر صبر کے پہرے ڈال دیتے ہیں۔بعض اژدھا بھی ہائبرنیٹ کرتے ہیں اور بعض مینڈک وغیرہ بھی ہائبرنیٹ کرتے ہیں۔پس صبر کی انتہائی شکل ہائبرنیشن (Hibernation) ہے اور ہائبرنشین کے نتیجے میں خدا تعالیٰ نے یہ قانون جاری کیا ہوا ہے کہ آپ کی تمناؤں کو اور آرزوؤں کو سکون آنا شروع ہوتا ہے، ان کی بیقراری میں کمی آجاتی ہے۔ چنانچہ جب بھوک میں کمی آتی ہے تو وہ گلینڈز جو تیزاب پیدا کرتے ہیں اور بھوک بھڑکاتے ہیں ان کی حرکت میں بھی کمی آنی شروع ہو جاتی ہے، دل کی دھڑکن بھی کم ہونے لگتی ہے، خون کی گردش بھی کم ہونے لگتی ہے یہاں تک کہ زندہ رہنے کے لئے ایسے جانوروں کو جتنی حرارت کی ضرورت ہے وہ اتنی کم ہو جاتی ہے کہ ایک دن زندہ رہنے کے لئے عام طور پر ریچھ کو جتنی توانائی کی ضرورت ہے اسی توانائی میں وہ بیس دن، مہینہ بھی زندہ رہ سکتا ہے۔تو یہ وہ مثال ہے قانون قدرت میں صبر کی اور صبر کے نتیجے میں کیا کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں۔مگر یہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے یہ صبر للہ نہیں قانون قدرت کی طرف سے ایک تحفہ ہے۔بعض قوموں میں صبر کی عادت ہوا کرتی ہے۔ وہ بھی للہ صبر نہیں کرتیں مگر ان کے اندر خدا تعالیٰ نے یہ خاصیت رکھ دی ہے کہ مخالف حالات میں وہ برداشت کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

چنانچہ ویت نام کی وار (War) میں جو طاقت جیتی ہے وہ صبر کی طاقت جیتی ہے۔امریکہ کی عظیم الشان مادی قوت کے مقابل پر ویت نامی قوم کی صبر کی طاقت تھی اور ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا اور انتہائی خطرناک حالات میں انتہائی تکلیف دہ اور صبر آزما آزمائشوں کے وقت میں وہ خاموش پڑے رہتے تھے۔دلدلوں میں پڑے ہوئے ہیں، جنگلوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ جانتے تھے کہ اگر ہم نے کوئی حرکت کی تو اس کے نتیجے میں ہم پکڑے جائیں گے اور ہمارا دشمن ہماری پہنچ سے پہلے ہم پر حملہ آور ہو جائے گا۔ چنانچہ اتنی غیر معمولی صبر کی طاقت ان لوگوں نے دکھائی کہ بالآخر امریکہ جیسی

عظیم قوت کو بھی اس کے مقابل پر شکست تسلیم کرنی پڑی۔ عام طور پر جو انسان جن حالات میں بہت پہلے واویلا شروع کر دیتا ہے اور اس کی برداشت کی طاقتیں ٹوٹ جاتی ہیں ان عام حالات سے کہیں بڑھ کر ویت نامی قوم نے امریکنوں کے مقابل پر صبر دکھایا ہے۔ تو Lie Low جس کو انگریزی میں کہتے ہیں بعض ایسے وقت آتے ہیں جہاں آپ کو اپنے نفس کو بھلا کر، اپنی خواہشوں کو بھلا کر خاموش بیٹھنا پڑتا ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی ہائبرنیشن ہے جس کا اطلاق انسانی زندگی پر بھی ہوتا ہے یعنی صرف حیوانی زندگی پر نہیں۔ تو جن قوموں کو صبر کی یہ طاقت نصیب ہو کہ اگر مخالفانہ حالات ہیں تو کوئی حرج نہیں وقت بدلے گا، جب تک وقت نہ بدلے جس طرح بھی ہے ہم اس پر گزارہ کریں گے۔

یہ صفت صبر کی ہے جو زندگی کی حفاظت کیا کرتی ہے لیکن یہ بھی جیسا کہ میں نے بیان کیا دنیا میں للہ نہیں ہوا کرتا بلکہ اپنے نفس کی خاطر، اپنے قومی تقاضوں کی خاطر انسان اختیار کرتا ہے لیکن قرآن کریم جس صبر کی ہدایت کرتا ہے وہ للہ صبر ہے اور للہ صبر کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ انسان کی خطرات سے حفاظت ہوتی ہے بلکہ اس کو اس صبر کا بہترین پھل بھی عطا ہوتا ہے۔ یہ صبر صرف ایک منفی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ ایک مثبت حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے بارہا فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (البقرہ:۱۵۴) کہ جو لوگ اللہ کی خاطر صبر کیا کرتے ہیں وہ دیکھیں گے کہ اللہ ان کے پاس ہے اور صبر کے متعلق جن لوگوں کو بھی تجربہ ہے اور ہر انسان کو کچھ نہ کچھ تجربہ ہوتا ہے یہ بات بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ صبر کے وقت کوئی ساتھی ہے یا نہیں ہے۔ اگر صبر کے وقت کوئی ساتھی نہ ہو تو انسانی تکلیف بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے اور صبر کی طاقت اسی نسبت سے کم ہو جاتی ہے۔ اکیلا صبر کرنا بہت مشکل کام ہے۔ کوئی ساتھی ہو تو پھر وہ صبر کے لمحات نسبتاً آسان ہو جایا کرتے ہیں۔ ویت نام وغیرہ میں بھی قوموں نے بحیثیت قوموں کے صبر کیا ہے۔ اکیلے دکیلے اس قسم کے حالات میں صبر ممکن نہیں ہوا کرتا۔ کوئی بیمار ہو، کیسی تکلیف ہو اگر اس وقت اس کے ساتھ کوئی آدمی آجائے، اس کی غمخواری شروع کر دے، اس سے باتیں شروع کر دے تو اس کی تکلیف میں بہت کمی آجایا کرتی ہے خواہ ظاہری درد میں اور بیماری میں کمی نہ بھی آئے۔ تو صبر کے دوران کسی کا ہونا صبر کی طاقت بڑھاتا ہے اور تکلیف کی کمی کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مومن سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ اگر تو صبر کرے اور میری خاطر صبر کرے تو میں تجھے یقین دلاتا ہوں کہ صبر کے وقت تو

مجھے اپنے ساتھ پائے گا۔ اسکے نتیجے میں ہمیں کچھ ایسے مفید راز ملتے ہیں جس سے ہم اپنی زندگی کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ ایک بات تو یہ یاد رکھیں کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ کا برعکس بھی ایک ہے کہ جو صبر نہیں کرتا خدا اس کے ساتھ نہیں ہوا کرتا۔

پس فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ (الذاریات:۵۱) کا مضمون اس میں بیان ہو گیا کہ جب آپ صبر چھوڑ دیں گے تو خدا سے دور جا رہے ہوں گے۔ جب صبر کریں گے تو خدا کی طرف حرکت کر رہے ہوں گے۔ پس ہر قسم کی بے صبری سے، ہر قسم کے صبر کی طرف حرکت کرنا خدا کی طرف حرکت ہے۔ گویا کہ اگر صبر چھوڑیں گے تو شرک کی طرف آپ حرکت کریں گے۔ غیر اللہ کی طرف حرکت کا مطلب ہی شرک ہے اور خدا پاس ہے ، خدا قریب ہے اس کے کیا معنی ہیں اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ صرف یہ کہ آپ کے مشکل وقت کو آسان فرما رہا ہے، آپ کے قریب ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی غیر معمولی جزا بھی عطا فرمائے گا، آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ اگر خدا ساتھ ہے تو وہ قوتیں جن کی تکلیف سے آپ صبر کرنے پر مجبور ہوئے ہیں اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ میں یہ وعدہ دیا گیا ہے کہ ان قوتوں پر آپ کو غلبہ عطا ہو گا اور آپ کو فتح نصیب ہو گی۔ پس للہ صبر میں اور بغیر خدا کے صبر میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ صبر میں بہر حال فائدہ ہے لیکن للہ صبر میں اس سے بہت زیادہ فائدہ ہے جو بغیر اللہ کے محض عادتاً یا قومی یا حیوانی ضرورت کے تابع آپ صبر کرتے ہیں۔

اس ضمن میں بعض خاص انسانی حالتوں کا ذکر ضروری ہے جہاں صبر نہ ہونے کے نتیجے میں ہمیں بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ غصہ کی حالت ہے سب سے اہم۔ روزمرہ کے تجربے میں ہم نے دیکھا ہے، ہم کسی بات پر اشتعال میں آجاتے ہیں اور اشتعال کے وقت جتنا صبر کی کمی ہو اتنا جلدی انسان فیصلہ کرتا ہے۔ بیوی سے لڑائی ہوئی، ساس کی بہو سے ہو گئی، خاوند کی بیوی سے یا رشتہ داروں سے، بہن کی بھائی سے، دوستوں کی دوستوں سے ہزار قسم کے انسانی تعلقات ہیں اختلافات ہو جاتے ہیں اور بعض دفعہ ایک دم انسان اشتعال میں آجاتا ہے۔ اشتعال میں آنا اور عام غصہ کی حالت میں ایک فرق ہے۔ جب میں کہتا ہوں اشتعال میں آجاتا ہے تو مراد یہ ہے کہ غصہ اچانک ایک دم اتنا بڑھتا ہے کہ انسان کہتا ہے کہ پھر جو کچھ ہو دیکھی جائے گی اب میں برداشت نہیں کر سکتا، کافی ہو گئی

اس بار۔ چنانچہ بعض دفعہ بعض لوگ لمبا عرصہ باتیں برداشت کرتے چلے جاتے ہیں اور اچانک کسی بات کے اوپر اس طرح ان کے غصے کا پارہ چڑھتا ہے کہ اپنی کسی حالت پر ان کو اختیار نہیں رہتا، نہ زبان پر، نہ سوچ پر، نہ کسی اور انسانی جذبے پر، یہ بھی نہیں دیکھتے ماحول میں کون لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ۔تو بعض دفعہ ایسے لوگ جو عام طور پر اچھی زبان استعمال کرنے والے ہیں، سلجھی ہوئی باتیں کرتے ہیں اچانک مغلظات بکنے لگ جاتے ہیں۔کوئی ان سے پوچھے کہ کیا ہوا ہے آپ کو کہ تمہیں نہیں پتا یہ بات نہیں ہے اس کے پیچھے ایک لمبی کہانی ہے۔ سنتے سنتے ،میرے کان پک گئے ہیں۔تو وہ پہلا جو صبر تھا وہ جب ٹوٹا تو اس نے پچھلی ساری محنت کو ضائع کر دیا۔اشتعال کی حالت ایسی ہے جو آپ کے سارے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا کرتی ہے۔بعض لوگ مشتعل ہوتے ہیں مہینوں کے صبر کے بعد بعض سالوں کے صبر کے بعد لیکن جس وقت بھی وہ مشتعل ہوئے اسی وقت انہوں نے اپنی گزشتہ ساری محنت پر پانی پھیر دیا، سب کچھ کو آگ لگا دی۔

پس اشتعال کے وقت صبر بہت ہی زیادہ ضروری ہے کیونکہ یہ ایک وقتی نقصان نہیں پہنچا رہا بلکہ آپ کی ایک لمبی محنت کو ضائع کر رہا ہے۔تبھی حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے اشتعال کی حالت سے متنبہ فرمایا اور فرمایا کہ جب تمہیں غصہ آئے تو ٹھہر جایا کرو، بات کرنے سے پہلے اپنے اوپر ضبط کرنے کی کوشش کرو، استغفار کرو، لاحول پڑھو اور پانی پی کے پھر غصہ بجھانے کی کوشش کرو، بیٹھ جایا کرو اور اس سے بھی غصہ دور نہ ہو، لیٹ جایا کرو اگر بیٹھنے سے بھی غصہ دور نہ ہو اور کوئی حرکت ایسی نہ کرو اس وقت جس کے نتیجے میں بعد میں تمہیں پچھتانا پڑے۔(ابوداؤد کتاب الادب حدیث نمبر:۴۱۴۹، ۴۱۵۱) جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اشتعال کی حالت چونکہ انسان سے ضبط کی طاقت دور کر دیتی ہے ایک ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا یعنی جو بھی گزرے گزر جائے گی جس طرح کہا جاتا ہے، دیکھی جائے گی اب، ہمیں کوئی پرواہ نہیں، عواقب سے انسان بے خبر ہو جاتا ہے۔ایسی حالت میں خدا تعالیٰ سے بھی بغاوت پیدا ہو جاتی ہے اور بعض لوگ کہہ دیتے ہیں اچھا پھر ٹھیک ہے اگر جہنم ہے تو جہنم ہی سہی ،اب ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔وہ وقتی غصہ بعض دفعہ ایسے ایسے خوفناک نتائج پیدا کرتا ہے کہ ساری عمر انسان اس کے اوپر استغفار کرے تب بھی اس گناہ کا داغ نہیں دھلتا۔

پاکستان میں کئی ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں ایک لڑکے نے اشتعال کی حالت میں اپنی

بہن کو قتل کیا، اپنے بھائی کو قتل کیا، اپنے باپ پر حملہ آور ہوا اور اب وہ پھانسی کی کوٹھری میں منتظر پڑا ہے پتا نہیں کب اس کو پھانسی ہوئی بھی ہے کہ نہیں لیکن اس قید کی حالت سے اس کے مجھے بھی خط آتے رہے اور ایک مسلسل جہنم میں مبتلا ہے لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ جہنم صرف یہیں تک محدود رہے گی یا آگے تک بھی جائے گی۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے لیکن وہ وقت ایسا تھا چند لمحوں کا جس میں اشتعال نے ہر اس ضبط کے پہرے کو توڑ دیا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان کو مختلف قسم کے خطرات اور مصائب سے بچانے کے لئے عطا ہوئے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری ہر حالت کے اوپر کچھ پہریدار عطا فرمائے ہوئے ہیں اور جو ہماری حفاظت کرتے ہیں۔ صبر ٹوٹنے سے اچانک یوں معلوم ہوتا ہے کہ سارا حفاظتی نظام ٹوٹ گیا ہے۔ انسانی آرزوؤں اور تمناؤں اور خواہشات اور جن چیزوں سے بھی انسان بنا ہوا ہے ان کی ہر سمت میں، ان کی ہر سڑک پر جہاں سے وہ چیزیں گزرتی ہیں ان پر خدا تعالیٰ نے پہریدار مقرر فرمائے ہوئے ہیں اور یہ پہریدار ہیں جو صبر کے نظام کے تابع کام کر رہے ہیں پس جب صبر ٹوٹتا ہے تو سارا دفاعی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔

اشتعال کی حالت میں صبر بہت ہی زیادہ ضروری ہے کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ اکثر جو مجھے خاندانی اور نجی جھگڑوں میں شکائتیں ملتی ہیں اور تکلیفوں کی اطلاعیں ملتی ہیں ان کی بنیاد اشتعال پر ہوا کرتی ہے۔ یعنی غصہ تو پیدا ہو جاتا ہے لیکن جب انسان مشتعل ہو جائے اور اختیار نہ رہے اپنے اوپر۔ اس کے نتیجے میں جو اس کے منہ سے باتیں نکلتی ہیں یا جو حرکتیں اس سے سرزد ہوتی ہیں وہ اپنا دائمی اثر پیچھے چھوڑ جایا کرتی ہیں۔ چنانچہ کئی دفعہ بعض خاندانوں کو سمجھاتے ہوئے انہوں نے کہا ہے جی! یہ تو ہو گیا لیکن فلاں وقت اس نے جو میری ماں کے متعلق یہ بات کہہ دی اب میں اس کو نہیں بھول سکتا، ایسی کڑوی بات ہے کہ میں اس کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکتا کہ وہ بات بھی رہے اسی جگہ اور یہ عورت بھی میرے ساتھ رہے اسی طرح یا خاوند بھی میرے ساتھ رہے اور یہ بات بھی میرے ساتھ رہے۔ وہ بات ایسی تلخ ہے جو ہمیشہ کے لئے اس کے دل میں کس گھولتی رہتی ہے اور بعض دفعہ ایسی باتیں سامنے آتی ہیں جس کے نتیجے میں انسان سمجھتا ہے کہ کسی حد تک یہ شخص مجبور ہو چکا ہے اور بات کیا تھی بس ایک اشتعال کی حالت تھی۔

تو صبر کا مضمون بہت ہی وسیع ہے اور انسانی زندگی کے ہر پہلو سے تعلق رکھتا ہے اور صبر

سے باہر پھر شرک ہے یعنی غیر اللہ کی طرف حرکت کرنا ہے۔ اگر انسان اشتعال پر صبر کر جائے اور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی نصیحت کو سامنے رکھتے ہوئے کچھ دیر گزار لے تو وہ جو وقت آتا ہے دھماکے کا وہ یکساں نہیں رہا کرتا کچھ دیر کے بعد اس کو سکون ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا صبر رفتہ رفتہ قناعت کی طرف لے کر جاتا ہے لیکن صبر کے مضمون کا وقت سے تعلق ہے، صبر کو وقت چاہئے۔ جب آپ صبر کو وقت ہی نہیں دیں گے تو پھر دھماکہ پیدا ہو جائے گا۔ ہائی بلڈ پریشر ہو انسان اس کے ساتھ بیسیوں سال تک زندہ ہو لیکن جب وہ بلڈ پریشر مشتعل ہو کر انسانی دماغ کی رگ پھاڑ دے پھر تو اس کے لئے کوئی امید باقی نہیں رہتی اور اگر رہے گا بھی تو مفلوج کی طرح زندہ رہے گا کسی بنیادی انسانی طاقت سے محروم ہو کر زندہ رہے گا۔ اس لئے اشتعال ویسی ہی چیز ہے جیسے بلڈ پریشر کا پارہ اچانک چڑھے اور انسانی کسی Valve پر یا دماغ کی کسی رگ پر حملہ کرنے پر آمادہ ہو جائے اگر اس وقت آپ اس کو روک لیں تو پھر رفتہ رفتہ وہ کم ہونا شروع ہو جائے گا اور پھر وہ خطرے کا وقت ٹل جائے گا اور پھر آپ کی زندگی نارمل طریقے پر بسر ہو سکتی ہے۔

اس لئے جماعت احمدیہ کو اشتعال پر قابو کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ خصوصاً اس لئے کہ جن اشتعالات کا ہمیں سامنا کرنا پڑتا ہے ان اشتعالات میں بعض ایسے بھی ہیں جو عام دنیاوی تجربے سے بڑھ کر ہیں۔ مثلاً ماں باپ سے انسان کو محبت ہوتی ہے اور اتنی محبت ہوتی ہے کہ بعض دفعہ اپنی ذات کے خلاف انسان باتیں برداشت کر لیتا ہے، ماں باپ کے خلاف نہیں کر سکتا، بعض ماؤں کو بچوں سے ایسا پیار ہوتا ہے کہ دوسروں کے اوپر بات برداشت کر لیں گی، خاوند پر کر لیں گی، اپنے اوپر کر لیں گی مگر بچوں پر کہی ہوئی بات برداشت نہیں کر سکتیں۔ اسی طرح الٰہی تعلقات میں بھی بعض مقامات ایسے ہوتے ہیں کہ جن پر انسان بات برداشت نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ایک مرتبہ ایک گستاخ شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہوا اور نہایت بدتمیزی کی باتیں شروع کیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پورے صبر اور ضبط کا نمونہ دکھایا لیکن حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ بار بار بے قابو ہوتے تھے۔ اس لئے نہیں کہ ان میں صبر نہیں تھا اس لئے کہ اپنے اوپر وہ یہ باتیں برداشت کر سکتے تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق نہیں کر سکتے تھے۔ ایک اور شخص کے متعلق یہ واقعہ آتا ہے ایک صحابی کے متعلق

کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اس کو سمجھایا کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے اشتعال میں آکر کسی دشمن کو اور کسی معاند کو بہت سخت لفظ کہے ہیں تو تمہیں صبر کرنا چاہئے۔اس کے جواب میں اس نے کہا کہ میرے آقا! میں جانتا ہوں اس مضمون کو یعنی یہ الفاظ نہیں مگر اس قسم کی باتیں اس نے پیش کیں لیکن آپ مجھے تو صبر کی تلقین کرتے ہیں کہ جب آپ کے متعلق کوئی بات ہو تو میں صبر کروں لیکن جب حضرت محمد مصطفی ﷺ پر کوئی حملہ کرتا ہے آپ کا صبر ٹوٹ جاتا ہے، آپ برداشت نہیں کر سکتے۔ تو میرا بھی یہی حال ہے۔آپ کی محبت اتنی غالب ہے میرے دل کے اوپر جب آپ کے اوپر کوئی حملہ کرتا ہے تو مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔

تو اس لئے بعض ایسے حالات ہوتے ہیں جماعت کے اوپر بھی جن میں عام دنیاوی تعلقات سے بڑھ کر آزمائش پڑتی ہے اور بعض وقت ایک انسان کا صبر نہ کرنا ساری جماعت کو مصیبت میں مبتلا کر سکتا ہے۔کسی ایک وقت میں کسی مقام پر کسی شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق نہایت ہی غلیظ اور حبیثانہ زبان استعمال کی۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے میری قربانی کا وقت ہے مجھے ذبح کر دیں اب میں برداشت نہیں کروں گا لیکن سوال یہ ہے کہ وہاں اس ایک شخص کی غیرت کا سوال نہیں ہے تمام جماعت کے معصوم مردوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں کی حفاظت اور ان کے امن کا سوال ہے اور اعلیٰ جماعتی روایتوں کی حفاظت کا سوال ہے۔اس لئے جس شخص کو صبر کی عادت نہیں وہ بعض دفعہ اپنے تمام ساتھیوں اور اپنے گروہ کے لئے بھی مشکل کا موجب بن سکتا ہے اور ان کے لئے خطرات کا موجب بن سکتا ہے۔کئی دفعہ مجھے ایسی اطلاعات آئیں گزشتہ وقتوں میں جن سے پتا چلا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حفاظت اس وقت نہ فرمائی ہوتی تو ایک یا دو یعنی غیور کہلانے والے احمدیوں کی وجہ سے ساری جماعت کو بڑی مصیبت پڑ سکتی تھی۔غیور کہلانے والے میں نے اس لئے کہا ہے کہ غیرت بھی کوئی ایسی صفت نہیں ہے جس کی حدود نہ ہوں اگر حدود کے اندر ہے تو غیرت ہے اگر حدود سے بڑھ گئی ہے تو وہ شوخی اور بیوقوفی بن جاتی ہے۔اس لئے اسلام توازن کا نام ہے۔ جہاں غیرت صبر کی حدود سے باہر نکل جاتی ہے وہاں غیرت نہیں ہے دراصل وہاں حماقت ہے۔ سوائے اس کے کہ خدا تعالیٰ ان حدود کو خود وسیع کر دے ایسے مقام بھی آتے ہیں جہاں غیرت کی کوئی انتہا نہیں رہا کرتی مگر وہ اس وقت موقع نہیں ہے وہ الگ مضمون ہے۔حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی

زندگی میں ایسی مثالیں ملتی ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ بعض مقامات سے غیرتوں کی حدود بھی توڑ دی جاتی ہیں اور خدا کے لئے جو غیرت ہے بعض دفعہ لامحدود قرار دے دی جاتی ہے۔ مگر وہ اپنے مقامات ہیں ان کے لئے ویسی حکمت کی ضرورت ہے اور اعلیٰ عقل و دانش کی ضرورت ہے ان باتوں کو سمجھنے کے لئے۔ مگر جہاں تک عام ایک احمدی کا تعلق ہے اس بات کو خوب اچھی طرح یاد رکھیں کہ اگر آپ کو اپنے اشتعال کے وقت میں اپنے جذبات پر قابو کرنے کا سلیقہ نہیں اگر اس وقت آپ کو صبر نہیں آتا تو آپ اپنی ذات کے لئے بھی خطرہ ہیں، اپنے گھر کے لئے بھی خطرہ ہیں، اپنے معاشرے کے لئے خطرہ ہیں اور بعض صورتوں میں ساری جماعت کے لئے بھی آپ خطرہ بن سکتے ہیں۔

چھوٹی چھوٹی باتوں میں تو تو میں میں کرنا تو عام ہمارے گھروں میں دستور بن گیا ہے اور جہاں یہ دستور زیادہ ہو جاتا ہے وہاں پھر یہ بات بڑھتے بڑھتے بدکلامی کی عام عادت مستقل بدخلقی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ پھر گھروں میں تو تو میں میں، پھر گلیوں میں تو تو میں میں بن جاتی ہے۔ سارا معاشرہ دکھنے لگتا ہے اس قسم کی بیہودہ حرکتوں سے تو روزمرہ کے وقت اشتعال کی حالت سے پہلے کی جو حالت ہے اس میں اگر آپ صبر نہیں سیکھیں گے تو آپ اشتعال سے بھی نہیں بچ سکیں گے۔ روزمرہ چھوٹے چھوٹے غصوں کے وقت اپنی حفاظت کی ضرورت ہے کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ ہر روز کے عام غصوں سے تو اپنی حفاظت نہ کرسکیں اور مشتعل حالت میں آپ اپنی حفاظت کرسکیں۔ ہر چیز کے لئے Exercise کی ضرورت ہوتی ہے، ورزش کی کثرت کی ضرورت پڑا کرتی ہے ۔ یہ جو معرفتیں ہیں یہ اچانک حاصل نہیں ہوا کرتیں۔ روحانی ترقیاں کوئی ایسی چیز نہیں ہیں کہ اچانک آپ کو ایک دن میں روحانی ترقیات نصیب ہو جائیں۔ جسمانی ترقیات کیوں نہیں نصیب ہو جاتی ایک دن میں، یہ دنیا کھیل نہیں ہے۔ قانون قدرت ایک بہت وسیع نظام ہے جس کے تابع رہ کر ترقی ملا کرتی ہے۔ محنت کرنی پڑتی ہے، لمبے سفر کرنے پڑتے ہیں، وقت کی قیمت کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ اس لئے جب میں آپ کو کہتا ہوں کہ اشتعال کو قابو کریں تو ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ آپ نے میری بات سن لی، آپ کے دل پر اثر ہو گیا اور اب آج کے بعد آپ مشتعل نہیں ہو سکتے۔ اگر اب اپنے گھروں میں جا کر آپ مشتعل ہو جاتے ہیں، اگر اپنے دوستوں کی مجلس میں آپ مشتعل نہ سہی یعنی عام غصے کے آثار ظاہر کرتے ہیں اور غصے کے وقت فوری بدلا لینے کی کوشش کرتے ہیں، زبان کے چرکے لگا کر یا دل

میں کینہ رکھ کر یہ فیصلہ کر کے کہ میں اس شخص کو بعد میں کوئی سبق سکھاؤں گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کبھی بھی کسی حالت میں اشتعال کے خطروں سے بچ نہیں سکیں گے۔

یہ وہ چھوٹے چھوٹے روزمرہ کے تجربے ہیں جن میں آپ کو ورزش کرنی پڑے گی اور Conscious رہنا پڑے گا، باخبر رہنا پڑے گا اپنے حالات پر روزمرہ دیکھنا ہوگا کہ اب اس بار اس ناراضگی پر میں نے کیا ردعمل دکھایا، اس ناراضگی پر میں نے کیا ردعمل دکھایا پھر خود اپنی تربیت کرنی ہوگی اور گزشتہ دنوں کے مقابل پر حال سے مقابلہ کرنا ہوگا، آئندہ زمانوں میں پھر اس بات پر نظر رکھنی ہوگی۔ رفتہ رفتہ آپ کو خدا تعالیٰ خود سلیقہ عطا کر دے گا۔ بچوں کو آپ دیکھیں جن کو خیال ہو اپنے جسم کمانے کا وہ ورزشیں شروع کرتے ہیں پھر رفتہ رفتہ ان کو پتا چلتا ہے کہ کس جسم کے حصے میں خاص کمزوری تھی، کونسی نئی ورزش کی ضرورت ہے اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے یہاں تک کہ انسان ترقی کرتے کرتے اس مقام تک پہنچتا ہے جہاں تک اس کا پہنچنا اس کے اپنے جسم کا معراج ہے۔ ہر انسان کے جسم کا اور ہر انسان کے اخلاق کا اپنا اپنا ایک معراج کا مقام ہوا کرتا ہے۔ اس سے آگے انسان نہیں بڑھ سکتا۔ اس سے آگے جب بڑھنے کی کوشش کرے پھر وہ اپنے آپ کو نقصان پہنچانا شروع کر دیتا ہے۔ اسی لئے بعض لوگ جن کے اندر روحانی صلاحتیں زیادہ نہیں جب زیادہ روحانی بنتے ہیں تو پاگل ہو جاتے ہیں۔ ان کو اپنے اوپر کسی قسم کا کنٹرول باقی نہیں رہتا، نظم و ضبط ان کا ٹوٹ جاتا ہے، بعض لوگ وظیفے کرتے کرتے بالکل حواس کھو بیٹھے ہیں اور ایسی اطلاعیں مجھے ملتی رہتی ہیں کہ فلاں آدمی بیچارہ بہت نیک تھا اور نیکی میں پاگل ہو گیا۔ دراصل استطاعت سے باہر جانے کی اس نے کوشش کی تھی اس لئے اس نے اپنا دماغی توازن کھویا ہے، نیکی کے نتیجے میں نہیں کیونکہ **نیکی کی تعریف میں یہ داخل ہے کہ توازن اختیار کرو اور اسلام ہے ہی دین وسطیٰ**، وسطی حالت کا دین وسطی حالت پر رکھنے والا دین۔

بہر حال یہ تو ضمناً ایک ذکر آیا تھا میں آپ کو یہ بتا رہا تھا کہ غصے کے اوپر ضبط کرنے کی کوشش آپ روزمرہ اپنے گھروں میں شروع کریں، اپنے دوستوں کے تعلقات میں شروع کریں، اپنے دفتری تعلقات میں شروع کریں اور رفتہ رفتہ آپ دیکھیں گے کہ آپ کے اندر سے ایک نیا زیادہ طاقتور، زیادہ عظیم وجود پیدا ہونا شروع ہو گیا ہے اور اس کا جو فائدہ ہے وہ صرف منفی نہیں رہے گا یعنی یہ نہیں ہوگا کہ آپ پھر مشتعل ہو کے کوئی ایسی بات نہ کرسکیں گے جس سے آپ کی ساری زندگی کی

محنتیں ضائع ہو جائیں، ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو ہلاک کرنے والی بنیں بلکہ آپ دیکھیں گے کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ کا وعدہ آپ کے حق میں پورا ہو رہا ہے۔ حلم جس کو عطا ہو خدا اس کے قریب آجایا کرتا ہے اور رفتہ رفتہ صبر کے نتیجے میں انسان کے اندر الٰہی طاقتیں پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔

اس لئے صبر خواہ غصے کی حالت پر ہو یا کسی اور حالت پر ہو ہمیشہ آپ کو صبر خدا کی طرف لے کے جائے گا اور اگر وہ اس نیت کے ساتھ کیا گیا ہو کہ خدا مجھے ملے تو اس کے نتیجے میں تو پھر مزید ایسے روحانی فوائد بھی انسان کو حاصل ہوں گے جن کی تفصیل کا یہاں اس وقت موقع نہیں، نہ وقت ہے لیکن ہر انسان جس کو ان امور کا تجربہ ہے وہ جانتا ہے یا جس کو نہیں ہے اس کو علم ہو جائے گا۔ یہ ایسی چیزیں ہیں جو روزمرہ آپ کو محسوس ہوں گی۔ یعنی جب آپ خدا کی خاطر کسی ایک پہلو سے صبر اختیار کرنے کی کوشش شروع کر دیں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ روزمرہ آپ خدا کو اپنے پہلے سے قریب تر پائیں گے۔ یہ ہے **فرار الی اللہ** یہ ایک فرضی بات نہیں ہے، یہ ایک حقیقت ہے، ایک سائنسی حقیقت ہے۔ خدا اس طرح نہیں ملا کرتا کہ اچانک سارے کا سارا مل جائے۔ خدا لامحدود ہے آپ محدود ہیں۔ آپ اپنی حدود کے دائرے میں جس حصے کو خدا کا بناتے چلے جائیں گے اس حصے میں خدا آنا شروع ہو جائے گا اور ہر حصے میں بھی مکمل نہیں آسکتا جس حد تک کسی حصے کو آپ خدا کے سپرد کرنا شروع کرتے ہیں اس حصے میں اتنا ہی خدا کا عمل دخل زیادہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس کا آخری مقام وہ ہے جس کو ہم مقام محمدیت کہتے ہیں۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾ (الانعام: ۱۶۳) کا مقام ہے لیکن اس پر میں انشاء اللہ بعد میں روشنی ڈالوں گا جب تبتل الی اللہ کا مضمون بیان کروں گا۔ قناعت کے ایک طرف صبر کا پہرہ ہے جو شرک سے انسان کو بچاتا ہے اور دوسری طرف تبتل الی اللہ کا مضمون ہے جو توحید خالص اور توحید کامل عطا کرتا ہے۔ ایک طرف منفی خطرات سے بچانے والی قوتیں ہیں اور دوسری خدا کی طرف لے جانے والی۔ جس حد تک بھی منفی خطرات سے بچے انسان اس حد تک خدا کے قریب ہوتا ہے لیکن وہ قرب کی حالت اور ہے جو قرب کی حالت تبتل الی اللہ کے نتیجے میں عطا ہوتی ہے وہ بہت ہی عظیم الشان حالت ہے اور وہ محض صبر سے عطا نہیں ہوا کرتی بلکہ وہ ایک زیادہ گہرا اور زیادہ وسیع مضمون ہے۔ بہر حال اس کی باتیں انشاء اللہ بعد میں ہوں گی۔ اب میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کے خوف کی حالت میں صبر اور حرص کی حالت میں صبر، نقص اموال کی حالت

میں صبر، نقص جان کی حالت میں صبر، آرزؤں کے مقابل پر صبر کی مزاحمت، نتائج کے انتظار میں صبر۔ یہ چند امور ہیں جو میں جماعت کے سامنے خاص طور پر رکھنا چاہتا ہوں۔

خوف کے وقت بھی انسان صبر کا دامن چھوڑ دیتا ہے اور غم کی حالت میں جب نقصان ہو جاتا ہے اس وقت بھی بسا اوقات صبر کا دامن چھوڑ دیتا ہے۔ اگر خوف کے وقت للہ صبر کیا جائے تو اس کا پھر کیا نتیجہ نکلے گا۔ سوال یہ ہے کہ ایک انسان گھیرے میں آگیا ہے، کوئی بچنے کی صورت نہیں ہے اگر خوف غالب آجائے اور صبر نہ رہے تو جو بھی انسان حرکت کرے گا وہ نقصان والی حرکت ہوسکتی ہے لیکن اگر للہ صبر کرے خوف سے تو اس وقت اس کو ایک قسم کی طمانیت محسوس ہوتی ہے۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس خوف سے اگر کوئی بچا سکتا ہے تو خدا بچا سکتا ہے اور اگر خدا کی مرضی نہیں ہے تو تب بھی میں خدا ہی کا ہوں کوئی فرق نہیں پڑتا جو اس کا فیصلہ ہے مجھے منظور ہے۔ تو وہ خوف غیر اللہ کا نہیں رہتا بلکہ خدا کا خوف بن جاتا ہے۔ شرک کا مضمون توحید میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے مجھے اپنا ایک واقعہ سنایا جنہیں لوگ کہتے تھے جن بھوت یا اس قسم کے قصے مجھے انہوں نے فرمایا کہ مجھے زیادہ تو اس کا تجربہ نہیں لیکن ایک ایسا واقعہ ہے جو اس قسم کے واقعات کے قریب تر ہے اور وہ یہ کہ میں اپنے دالان میں پوری طرح دروازے بند کر کے لیٹا تھا اور ابھی پوری طرح نیند نہیں آئی تھی کہ میں نے دیکھا میری ٹانگوں پر ہاتھوں کا دباؤ پڑا ہے۔ اتنا واضح اور مضبوط دباؤ تھا کہ اس کو کسی طرح بھی وہم قرار نہیں دیا جا سکتا اور چونکہ بجلی بجھا چکا تھا میں نظر نہیں آسکتا تھا کہ کون ہے۔ کچھ دیر کے بعد پھر دوبارہ، پھر سہ بارہ جب دباؤ پڑا اور بڑے زور سے پڑا تو مجھے اس حالت میں پہلے خوف پیدا ہوا پھر میں خدا کی طرف متوجہ ہوا اور میں نے اس وجود کو جو بھی تھا میں نہیں جانتا اس کو میں نے کہا کہ دیکھو اگر تو تم کوئی غیر اللہ کی خدا کے سوا کوئی طاقت بن کے آئے ہو، کوئی شیطانی طاقت ہو جو مجھے ڈرانے آئے ہو تو میں موحد ہوں، مجھے کسی غیر اللہ سے کوئی خوف نہیں ہے۔ اگر خدا نے مجھے تم سے بچانا ہے تو بچائے گا نہیں بچائے گا تب بھی میں اس کی رضا پر راضی ہوں مجھے تمہاری کوئی پرواہ نہیں اور اگر تم خدا کی طرف سے آئے ہو تو پھر کرو جو کرنا ہے میں کون ہوتا ہوں روک ڈالنے والا۔ ادھر یہ الفاظ میں نے بلند آواز میں ادا کئے اور اچانک وہ دباؤ ہٹا اور اس کے بعد پھر کبھی مجھے اس قسم کا تجربہ اس جگہ نہیں ہوا اور نہ کبھی کوئی خوف پیدا ہوا۔

یہ ہے وہ مضمون جو خوف کے وقت صبر یعنی للہ صبر کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ اگر آپ خوف سے اللہ کی خاطر صبر کرتے ہیں تو لازماً آپ کو ایک اندرونی عرفان نصیب ہوگا۔ آپ یہ محسوس کریں گے کہ یہ خوف اگر غالب آجائے تو میں کچھ نہیں کرسکتا مگر میں اللہ کی خاطر اس خوف کو اپنے نفس پر، اپنی روح پر غالب نہیں آنے دوں گا۔ یہ نقصان پہنچا سکتا ہے تو میرے جسم کو پہنچا سکتا ہے لیکن اس خوف سے میں مرعوب نہیں ہوں گا کیونکہ خدا کے سوا میں کسی سے مرعوب ہونے والی چیز نہیں ہوں، میں خدا کی پناہ میں آتا ہوں۔ اس حالت سے خوف آپ پر جب غلبہ نہیں کرسکتا تو آپ کے اندر سے ایک نئی عظمت پیدا ہوتی ہے۔ الٰہی صفات آپ کے اندر جلوہ گر ہوتی ہیں، آپ خدا کو اپنے قریب محسوس کرتے ہیں، آپ جانتے ہیں کہ دنیا کی کوئی طاقت آپ کا بگاڑ نہیں سکتی۔ **لاحول ولا قوة** کا مضمون آپ کے ضمیر کے اندر روشنی بن کر ابھرتا ہے۔ یعنی صرف ایک ورد نہیں ہے جو زبان پر جاری ہو اس کی روشنی آپ اپنے ضمیر کے اندر محسوس کرتے ہیں کہ کوئی خوف خدا کے سوا ہے ہی نہیں اور اگر کوئی قوت ہے تو صرف خدا کی قوت ہے۔ اس کے نتیجے میں آپ پھر اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ کا وعدہ پورا ہوتے ہوئے دیکھیں گے۔

پھر نقصان کے وقت کا خوف ہے، جان کا نقصان ہو یا مال کا نقصان ہو بعض لوگ واویلا شروع کر دیتے ہیں، بعض عورتیں ہیں روتی ہیں، پیٹتی ہیں کہتی ہیں ہمیں صبر نہیں آسکتا۔ بعض بچیوں کی مائیں چلی جاتی ہیں ایسی حالت میں، ایسے نازک موڑ میں جبکہ ان کو بڑا گہرا نفسیاتی نقصان پہنچ جاتا ہے۔ وہ لکھتی رہتی ہیں کہ ہم اس صدمے کو بھول نہیں سکتے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ بات بتاتی ہے کہ انہوں نے للہ صبر کی کوشش ہی نہیں کی۔ اگر ایک انسان کے ہاتھ سے کوئی چیز جاتی رہی ہے تو اس وقت انسان کو اپنی بے بضاعتی اور بے حیثیتی کا علم پہلے ہونا چاہئے۔ ہر نقصان انسان کو یا انکسار سکھا سکتا ہے یا اس کے اندر نظم وضبط کی جتنی طاقتیں ہیں ان کو توڑ کر فنا کرسکتا ہے۔ اگر نقصان انسان کو انکسار سکھاتا ہے تو یہ انکسار انسان کو خدا کی طرف لے جاتا ہے۔ اگر اس کے ضبط وتحمل کی طاقتوں کو توڑ کر پارہ پارہ کر دیتا ہے تو سوائے بربادی کے کچھ بھی پیچھے نہیں چھوڑتا۔ ہر ظاہری نقصان کے ساتھ ایک اندرونی نقصان کا عکس پیدا ہوا کرتا ہے۔ قرآن کریم ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ اپنے ظاہری نقصان کو اپنے اندرونی نقصان میں تبدیل نہ ہونے دو اور یہی صبر للہ کا مطلب ہے۔ اگر ایک انسان کا بچہ ضائع

ہو گیا، اس کا کوئی محبوب ہاتھ سے جاتا رہا، اس کے مکان کو آگ لگ گئی، اس کی بیوی بھی ضائع ہو گئی جو کچھ بھی ہوا ہے۔ جس حالت میں بھی وہ پہنچا ہے اگر للہ صبر کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ سوچے گا کہ جو کچھ بھی یہ تھا یا خدا کی طرف سے تھا اور میں اتنا بے اختیار اور بے بس انسان ہوں کہ اب مجھے پتا چلا ہے کہ میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ جب تک یہ چیزیں میرے پاس رہیں، میرے پاس رہیں جب چلی گئیں تو میں ان کو روک نہیں سکا۔ انسان کی کیا حیثیت ہے۔

یہ چیز اس کو انکساری سکھائے گی اور انکساری اسے خدا سے تعلق کی راہ دکھائے گی کیونکہ انکساری کا مطلب یہ ہے کہ انسان محسوس کرے کہ میں کمزور ہوں اور کمزوری ہمیشہ طاقتور سے تعلق قائم کرنے کا جذبہ بیدار کیا کرتی ہے اور صبر للہ چونکہ اللہ ہی کا مضمون ہے اس لئے خدا کے سوا کوئی اور خیال اس کے دل میں پیدا ہی نہیں ہو سکتا پھر، انسان کی طرف بھاگنے کی بجائے اس کا دل خدا کی طرف بھاگے گا اور خدا سے ایک تعلق قائم ہو جائے گا۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر پیٹتا رہے جو مرضی کرتا رہے ساری زندگی اسکی عذاب میں گزرے گی۔ بعض عورتیں پاگل ہو جاتی ہیں صدموں کے ساتھ، گلیوں میں دیوانہ وار پھرتی رہتی ہیں۔ بعض لوگ سوسائٹی سے اپنے تعلقات توڑ لیتے ہیں، بعض خدا کے خلاف باتیں شروع کر دیتے ہیں کہ وہ کیسا خدا ہے جس نے یہ مصیبت ہم پر ڈال دی ہے اس کو ہمارے احساس کا کوئی خیال نہیں آیا۔ تو جب صبر ٹوٹتا ہے تو توحید ٹوٹ جاتی ہے۔ خدا سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ ہر قسم کے نقصانات کے لئے انسان اپنے وجود کو کھلا چھوڑ دیتا ہے اس لئے فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت، ہر نقصان کے وقت، ہر خطرے کے وقت خدا کی طرف دوڑنے کی عادت ڈالو۔ اگر تم خدا کی طرف دوڑنے کی عادت ڈالو گے تو تمہیں اس کے نتیجے میں جو صبر نصیب ہوگا وہی ہے جو تمہاری حفاظت کرے گا اور اگر نہیں کرو گے تو کوئی بھی پاک تبدیلی تم پیدا نہیں کر سکتے، اپنے حالات کو بہتر نہیں بنا سکتے لیکن نقصان پھر تمہارا بیرونی نہیں رہے گا تمہاری اندرونی دنیا بھی اجڑ جائے گی۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اس لئے صبر کو بڑی تفصیل سے سمجھ کر اپنی انسانی زندگی کی ہر حالت پر اس کو صادق کرنا چاہئے، اس کا اطلاق کرنا چاہئے اور اب اس کے بعد آپ دیکھیں گے یعنی جب بھی آپ کے اوپر کوئی نہ کوئی حالت طاری ہوگی اور روزانہ ہوتی رہتی ہے انسان پر۔ بعض خطرے تھوڑے ہوتے ہیں بعض بڑے ہوتے ہیں۔ انسان

جب صبح کے وقت آنکھ کھولتا ہے تو جب تک شام کو تھک کر اس کو نیند دنیا و مافیہا سے غافل نہیں کر دیتی بے شمار تجارب سے انسان گزرتا ہے۔ضروری تو نہیں کہ کوئی بہت بڑا طوفان ہی آجائے تو تب انسان کو پتا چلتا ہے کہ میں خطروں میں گھرا ہوا ہوں۔کوئی چھوٹی سی خبر آگئی کسی نقصان کی اور کچھ نہیں تو گھر میں کوئی برتن ٹوٹ گیا،کسی بچے نے چھینک ماری تو ماں کو خطرہ پیدا ہوا یہ بیمار ہو جائے گا۔روزمرہ کی باتیں پتا چلا کہ یہ کوئی چیز نئی لے آیا ہے۔کوئی چیز خرید کے آئی ہے عورت تو دائیں بائیں پاؤں کی بجائے ایک ہی پاؤں کی دونوں جوتیاں خرید لی گئیں،کوئی چیز لی ہے اس میں کوئی سوراخ تھا اس کا نقصان تو بعد میں پتا چلا۔ایک مسئلہ ہے کوئی انسانی زندگی تو مسائل سے گھری ہوئی ہے صبح سے شام تک یا امیدیں بندھ رہی ہیں یا نقصان کی خبریں آرہی ہیں یا خوف ہے یا کوئی نہ کوئی حالت تو انسان پر رہتی ہے۔ان حالتوں میں آپ اللہ کی طرف دوڑنے کی کوشش کریں یہ ہے وہ بات جو میں آپ کو سمجھانی چاہتا ہوں۔اگر ان چھوٹی چھوٹی حالتوں میں آپ نے عادت نہ ڈالی خدا کی طرف دوڑنے کی تو پھر بڑے وقتوں میں آپ نہیں دوڑ سکیں گے۔آپ نے دیکھا نہیں جب جنگیں آیا کرتی ہیں تو حکومتوں کی طرف سے ایسی مشقیں کروائی جاتی ہیں کہ اگر Air Raid کا الارم بجے تو تم نے کن پناہ گاہوں کی طرف دوڑنا ہے اور یہ جو تجربہ ہے یہ انسان کو تو اس رنگ میں کبھی کبھی پیش آتا ہے۔حیوانی زندگی میں تو ہر روز یہ تجارب بعض دفعہ گھنٹے میں کئی کئی مرتبہ تجارب ہوتے رہتے ہیں۔آپ نے چڑیاں چگتی نہیں دیکھیں کس طرح وہ بار بار بائیں دائیں دیکھ رہی ہوتی ہیں اور ہر چڑیا جو نگرانی کر رہی ہوتی ہے اپنی،اپنے ساتھیوں کی کہ کہیں کوئی دشمن حملہ آور تو نہیں ہو رہا اس کو پتا ہوتا ہے کہ میری پناہ گاہ کونسی ہے۔ہر چوہا جو بل سے باہر جاتا ہے اس کو علم ہوتا ہے کہ میں نے کس پناہ گاہ کی طرف واپس دوڑنا ہے۔کوئی دنیا کا جانور نہیں ہے جو اپنی پناہ گاہ کو نظر انداز کر کے میدانوں میں باہر آئے اگر وہ ایسا کرے گا تو وہ دنیا سے ملیا میٹ اور نابود ہو جائے گا۔اس وسیع حیوانی تجربہ سے انسان کیوں فائدہ نہیں اٹھاتا اگر آپ کو خدا کی پناہ گاہوں کی طرف دوڑنے کی عادت نہیں رہی،اگر آپ کو معلوم نہ ہوا کہ کن پناہ گاہوں میں آپ نے کن خطروں کے وقت پناہ لینی ہے تو آپ کھلے آسمان کے نیچے بغیر چھت کے،بغیر کسی سہارے کے پڑے رہ جائیں گے۔خطروں کے وقت پھر کوئی پناہ گاہ آپ کو یاد نہیں آئے گی۔آپ کو توفیق نہیں ملے گی کہ آپ خدا کی پناہ میں آجائیں۔خدا کی پناہ میں آنا ہے تو

روزانہ کی زندگی میں ہر روز یہ مشق کریں، انسانی حالات میں تو یہ جنگوں کے زمانے کبھی کبھی آیا کرتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ نے جس جہاد کی طرف مومن کو متوجہ کیا ہے نفس کا جہاد اس کی جنگ ہر روز ہر لحہ جاری ہے۔ ہر لحہ ایسے خطرات درپیش ہوتے ہیں کہ جب آپ خدا کی کسی صفت کی پناہ گاہ کی طرف دوڑتے ہیں اگر نہیں دوڑتے تو پھر آپ غافل ہیں اور غافل کو ہمیشہ خطرات ایسے وقت میں آ لیتے ہیں کہ کوئی چیز اس کی حفاظت نہیں کرسکتی۔

پس غفلت سے ایک ہوش کی حالت کی طرف منتقل ہوں۔ خدا تعالیٰ کی پناہ گاہیں لامتنہیٰ ہیں۔آپ کے خوف جتنے بھی ہو سکتے ہیں ہر خوف سے بڑھ کر اس کے مقابل پر خدا تعالیٰ نے آپ کے لئے ایک پناہ گاہ رکھی ہوئی ہے لیکن روزمرہ اس کی مشق کریں۔ پہچانیں کہ وہ کونسی پناہ گاہ ہے، کس طرح آپ نے خدا کی پناہ میں آنا ہے، کس طرح اس کی حفاظت میں جانا ہے پھر آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بڑے بڑے خطرات سے پناہیں ملیں گی۔کوئی دنیا کی طاقت، کوئی دنیا کا خوف ایسا نہیں ہے جو آپ کے اوپر غالب آسکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب اللہ تعالیٰ نے عالمی خطرات کی خبریں دیں اور زلازل کی خبریں دیں اور بتایا کہ بہت ہی خوفناک آ گئیں ہیں جو تمام جہان کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گی تو ایسے بندوں کے متعلق بھی آپ کو خبر دی گئی جو خطرات کے وقت خدا کی پناہ میں آنے کے عادی ہوجایا کرتے ہیں جن کے دل میں خدا کا پیار ہوتا ہے۔تو آپ نے فرمایا:

آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے

جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار (درثمین صفحہ:۱۵۴)

پس جیسا کہ میں نے پہلے خطبہ میں بھی کہا تھا خدا کے پیار کے نتیجے میں خدا کی طرف دوڑنے کی عادت ڈالیں یہی آپ کی پناہ گاہیں ہیں۔ **ہر مشکل، ہر خطرے کے وقت، ہر امید کے وقت، ہر آرزو کے وقت، ہر نقصان کے وقت، ہر حرص کے وقت یہ سوچیں کہ میں اس حالت میں اپنے خدا کو کیسے پا سکتا ہوں۔** یہ ہے وہ شعوری طور پر پناہ گاہ ڈھونڈنا اور آپ حیران ہوں گے کہ کوئی انسانی حالت ایسی نہیں ہے جو انسان کو خدا کی طرف نہ لے جائے یا لے جانے کی صلاحیت نہ رکھتی ہو۔ ہر انسانی تجربہ دوراہیں رکھتا ہے یا خدا سے دور لے جانے کی راہ یا خدا کی طرف جانے کی راہ اور ہر روز

انسان اپنے خدا کی طرف بڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہے اس کو مواقع عطا کئے جاتے ہیں لیکن ہم میں سے اکثر بدنصیبی سے ان مواقع کو کھوتے چلے جاتے ہیں۔

پس جماعت کو فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ کے مضمون کی طرف توجہ کرنی چاہئے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے قناعت سے یہ مضمون نصیب ہوتا ہے اور قناعت کے نتیجے میں پھر اور عظیم الشان ترقیات عطا ہوتی ہیں۔ اگر قناعت نہیں تو پھر صبر کی عادت ڈالیں اور اگر صبر نہیں ہے تو پھر خدائے واحد کے ساتھ آپ کا کوئی تعلق قائم نہیں رہے گا کیونکہ **بے صبری لازماً شرک اور شیطانیت کے ویرانوں کی طرف انسان کو لے جاتی ہے وہاں بھی اس کو کچھ نصیب نہیں ہوا کرتا**۔ اس لئے بے صبری درحقیقت نامرادی کی طرف لے کے جاتی ہے۔ سب کچھ کھودینے کا نام بے صبری ہے اور جو خدا نہیں دیتا وہ غیر کوئی دے ہی نہیں سکتا کبھی، دھوکا ہے صرف، سراب ہے۔ جب انسان اس سراب کی پیروی کرتا ہے تو وہاں خدا کو پاتا ہے کہ وہ اس کا حساب دے اس کے سوا اسے کچھ نصیب نہیں ہوا کرتا۔

پس اللہ تعالیٰ جماعت کو صحیح معنوں میں فرار الی اللہ کی توفیق بخشے۔ جماعت کے ہر فرد کو قناعت عطا فرمائے اور صبر کی فصیلیں اس کی قناعت کی اس کی خواہشات کی چاروں طرف سے حفاظت کر رہی ہوں۔ ہمیشہ وہ خدا کی پناہ میں رہے اور خدا کی پناہ میں دوڑنے کی عادت ڈالے۔ یہ ایسے آپ بن جائیں، **اس حالت میں آپ اگلی صدی میں داخل ہوں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ خدا کی قسم آپ خدا کی پناہ گاہیں بن جائیں گے۔ تمام زمانہ خدا کے ڈھونڈنے کے لئے آپ کی طرف دوڑے گا اور آپ کی پناہ گاہیں دنیا کو ہر قسم کے خطرات سے نجات بخشیں گی۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو، خدا کرے کہ اگلی صدی خدا کی صدی ہو اور خدا کی پناہ گاہوں کی صدی ہو۔ آمین۔**